میرا
عقیدہ

مولانا ابوالکلام آزاد

بعد از وفات تربت مادر زمیں محو

در سینه هائے مردم عارف مزار ماست

•

رومی

ناشر — مکتبہ ماحول کراچی

طابع — ریپلیکا پرنٹنگ پروسیس کراچی

پہلی بار — جولائی ۱۹۵۹

قیمت — ایک روپیہ

احمد محی الدین ابوالکلام آزاد

پیدائش ۱۸۸۸ — مولد و مسکن طفولیت وادی غیر ذی زرع
عند بیت اللہ الحرام

وفات ۱۹۵۸ — دہلی

پیش لفظ

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت گزشتہ پچاس برسوں تک برِصغیر ہند و پاکستان میں جس قدر متعارف اور مشہور رہی اس قدر تو کوئی بھی مسلمان متعارف ومشہور نہ رہا - لیکن یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ عوام اور خواص دونوں میں مولانا مرحوم کے متعلق ایسی روائتیں زبان زد رہیں جن کو غلط فہمی ہی کہہ سکتے ہیں - مولانا نے اپنی زندگی میں اپنے کو اس سے بلند رکھا کہ وہ اپنی شخصیت کو موضوع بنائیں - کسی نے براہِ راست مخاطب کردیا اور پھر پوچھ لیا تو جو بات

تردید کرچکا ہے ۔ یہ دیکھ کر اس عاجز کو خیال آیا
کہ مولانا کے ان خطوط کو شائع کردوں جن میں مولانا نے
اپنے عقاید سے بحث کی ہے ۔ میں مولانا غلام رسول مہر
کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مولانا کے ایسے ہی ایک
خط کا فوٹو اس کے لئے عنایت فرمایا اور مولانا حکیم
سعداللہ صاحب (گیا ۔ صوبۂ بہار) کا بھی ۔ انہوں نے
بھی میرا منشاء معلوم کرکے مولانا مرحوم کا اصلی خط جو
ان کے نام تھا ، دیا کہ اس کا عکس کتاب میں شامل
کردوں ۔

اس کتاب میں مذکورہ دو خطوں کے فوٹو ہیں ۔ ان
خطوط میں مولانا کے عقاید پوری وضاحت سے آگئے
ہیں ۔ میں امید کرتا ہوں کہ مولانا کی تصنیف ترجمان القرآن
کے مطالعہ کے وقت ترجمان القرآن سے وہ مفہوم
اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی ۔ جس کی تردید
مولانا نے اپنے مکتوب میں فرمائی ہے اور جو مولانا

تھی وہ بتادی اور اگر لوگ اخباروں میں چھاپتے رہے اور پلیٹ فارموں پر بولتے رہے تو مولانا نے یوں خاموشی اختیار کی جیسے نہ دیکھا نہ سُنا۔

مولانا مرحوم کی طرف جو غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ سنگین حصّہ وہ ہے جس کا تعلق عقاید سے ہے۔ تفسیر سورۂ فاتحہ کی اشاعت ہوئی تو عقاید کا معاملہ زیر بحث آگیا اور لوگ اس گمان میں پڑ گئے کہ مولانا ایمان باللہ اور بالآخرت کو کافی سمجھتے ہیں۔ مولانا کو توجہ دلائی گئی تو تردید فرمائی۔ یہ تردید جو مکتوب کی شکل میں تھی اخبارات میں شائع بھی ہو چکی ہے۔ لیکن افسوس کہ مخالفتوں کے زور نے طبیعتوں کو آمادہ نہیں کیا کہ وہ اس طرف متوجہ ہوں۔ اور اب اس عظیم شخصیت کے انتقال کے بعد دیکھتا ہوں کہ معتقدوں نے بھی اس کو نہیں بخشا اور اس کی نسبت ایسی باتیں لکھ دیں جس کی وہ خود

توضیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

"ترجمان القرآن" کی پہلی جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی تھی ۔ اس میں تفسیر سورۂ فاتحہ کے بعض مطالب کے متعلق مختلف اصحاب کے دل میں شبہات پیدا ہوئے اُن میں سے ایک میں بھی تھا ۔ ممکن ہے دوسرے اصحاب نے مولانا سے کچھ پوچھا ہو مگر مجھے شبہات ان کی خدمت میں پیش کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی ۔

جب مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم و مغفور سیالکوٹی نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر (واضح البیان فی تفسیر ام القرآن) لکھنی شروع کی تو دوسرے احباب کے علاوہ میں نے

کا منشا اور مفہوم نہ تھا۔

اس فتنہ کے دور میں زبانی روائیتوں پر اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے خصوصاً اس وقت جب کہ مولانا کی تحریریں مولانا کے عقاید کو بتا رہی ہوں۔ زبانی روایتوں میں اس کا احتمال ہے کہ سننے والا صحیح مفہوم تک پہنچ نہ سکا ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کو ان کی خدمات کے بدلے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور حقیقت حال تک رہنمائی کرنے کی کوشش میں جن لوگوں نے ہاتھ بٹایا ہے ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

قاضی احمد حسین (ممبر پارلیمنٹ)
ناظم امارتِ شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ

میں کچھ لکھنے سے پیشتر شبہات ایک خط کے ذریعے سے
مولانا آزاد کی خدمت میں پہنچا دیئے ، جواب کے لئے ٹکٹ
رکھ دیئے اور یہ خط دہلی بھیج دیا ، جہاں اس زمانے میں
مولانا آزاد مقیم تھے ۔ ساتھ ہی خط پر لکھ دیا کہ مولانا
دہلی میں نہ ہوں تو جہاں ہوں یہ خط ان کے پاس
بھیج دیا جائے ۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ " اس قصے
کو کئی مہینے گزر گئے ۔ نہ میرا خط واپس آیا اور نہ
جواب " ظاہر ہے کہ اس کے بعد وہ اپنا نقطۂ نگاہ
پیش کرنے میں بالکل حق بجانب تھے ۔

میرے ذہن میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ مولاناؒ کو
خط ملا اور انہوں نے جواب نہ دیا ۔ خصوصاً جب جواب
کے لئے ٹکٹ بھی ساتھ بھیجا گیا تھا تو وہ مفصّل جواب
دیتے یا نہ دیتے مگر سرے سے جواب نہ دینا ناقابلِ تصوّر
تھا اور مولانا محمد ابراہیم مرحوم کے ساتھ ان کے ذاتی

بھی مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ " ترجمان القرآن"
کے مطالعے سے جو شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ان کے
ازالے کا خاص خیال رکھا جائے ۔جس حد تک مجھے
یاد ہے ، خیال یہ تھا کہ سورۂ فاتحہ کے سلسلے
میں یہ پہلو بخوبی واضح ہوجائے ۔ یہ مقصود نہ تھا کہ
" ترجمان القرآن" کے متعلق بحث شروع کردی جائے۔
یہ بھی ہوتا تو مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم کا علمی پایہ اتنا
بلند تھا کہ اس سے اصولاً اختلاف نہ کیا جاسکتا تھا۔
لیکن مولانا ممدوح نے بحث میں انداز ایسا اختیار فرمایا
جو پیش نظر موضوع کے لئے یقیناً مناسب نہ تھا اوران
کے کسی بھی نیاز مند کو ایسا انداز اختیار کرلینے کی
قطعاً امید نہ تھی ۔

" واضح البیان " چھپ کر سامنے آئی اور میں نے
یہ حصّہ دیکھا تو حیران رہ گیا اور حد درجہ تعجب اس
امر پر ہوا کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم نے "واضح البیان "

۳۔ چونکہ مجھے کوئی خط نہیں ملا تھا۔ اس لئے متعجب
ہوا اور مولانا ابراہیم صاحب سے دریافت کیا
کہ کب خط لکھا تھا اور معاملہ کیا ہے ؟
۴۔ مولانا نے مبہم طور پر کسی تحریر کی طرف اشارہ کیا
جس کا پروف انہیں ملنے والا تھا اور لکھا کہ جوں
ہی پروف ملے گا ، وہ مجھے بھیج دیں گے ۔
اس کے بعد نہ ان کا کوئی خط آیا اور نہ کوئی
پروف ملا ۔
۵۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد
مولانا ممدوح دوبار کلکتہ آئے مجھ سے ملاقات
بھی ہوئی ۔ مگر انہوں نے اس معاملے کا کوئی ذکر نہ
کیا ۔ نہ کتاب ہی کے بارے میں کچھ کہا ۔
۶۔ مجھے فرمایا کہ اگر شکوک ہیں تو لکھو تاکہ انہیں
رفع کرنے کی کوشش کروں ۔ ساتھ ہی لکھا ، کیا
یہ شبہ لاحق ہوا کہ تفسیر سورۂ فاتحہ میں

تعلقات بڑے خوشگوار تھے ۔ اس وجہ سے بھی اعتراض ممکن نہ تھا ۔

بہر حال میں نے پورے حالات مولاناؒ کی خدمت میں لکھ بھیجے نیز عرض کیا کہ اگر "واضح البیان" آپ کے پاس نہیں پہنچی ہو تو میں بھیج دیتا ہوں ۔ اس سلسلے میں اپنے شبہات کا ذکر بھی اجمالاً کر دیا ۔ مولاناؒ نے جو جواب دیا اس کا ملخص یہ ہے :-

۱۔ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے اپنی کتاب میں " ترجمان القرآن " کے کسی مقام پر اعتراضات کئے ہیں ۔

۲۔ امرتسر کے ایک صاحب نے جو شال فروش ہیں اور ہر سال کلکتہ آتے ہیں ذکر کیا تھا کہ مولانا محمد ابراہیم شاکی ہیں ، اس لئے کہ انہوں نے "ترجمان القرآن " کے بارے میں کوئی خط لکھا تھا ، جس کا جواب نہ ملا ۔

سے ملنے کے لئے جارہا ہوں ، ساتھ ہی اصل غرض بتادی
کہ فلاں امر کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں ۔اس نے
کہا کہ زحمت اٹھا کر جاؤ گے اور نتیجہ کچھ نہ نکلے گا ۔
میں اس سے متاثر ہوا اور نہ گیا ۔

" واضح البیان" اکتوبر ۱۹۳۵ء میں چھپ کر شائع
ہوچکی تھی ۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم اس میں معاملے کا ایک
پہلو پیش کرچکے تھے ، انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ اس
کے باقی پہلو بھی منظرِ عام پر آجاتے اور مولانا ممدوح
کی تصدیق کے بعد انہیں شائع کردینے میں تامل کی
کوئی وجہ نہ تھی ۔

مولانا آزاد نے چونکہ مجھے اجازت دے دی تھی کہ
شبہات لکھ بھیجو اس لئے میں نے عرض کیا کہ سورۂ فاتحہ
کے بعض مطالب سے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ
ایمان بالرسل ضروری نہیں اور اسلام کا نظامِ عبادت
ہنگامی ہے ۔ اس کے جواب میں مولاناؒ نے یہ مفصل

"ایاک نعبد و ایاک نستعین" کا ٹکڑا مستقلاً کیوں نہیں لیا گیا؟ لاہور سے ایک صاحب نے یہ بات لکھی تھی۔

میں نے یہ تحریر مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم کے ملاحظے میں پیش کردی۔ انہوں نے ایک ایک امر کی تصدیق فرمائی۔ یعنی واقعی مولانا آزاد کا خط آیا تھا۔ جس میں پوچھا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ پہلا خط نہیں ملا۔ چوں کہ اس وقت "واضح البیان" چھپ رہی تھی۔ لہذا میں نے لکھ دیا کہ پروف آجائے تو بھیج دوں گا۔ پھر میں کلکتہ گیا۔ مولانا آزاد سے ایک مجلس میں ملاقات ہوئی۔ ان سے علیحدہ ملاقات کے لئے وقت مقرر ہوگیا۔ اسی رات میرے پاؤں میں ایسی تکلیف رونما ہوئی کہ نقل و حرکت بھی خالی از تعب نہ رہی۔ تکلیف کے باوجود میں مولانا کے پاس جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ ایک رفیق نے پوچھا، اس حالت میں کہاں جارہے ہو؟ میں نے بتایا کہ مولانا آزاد

ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد ۱۱۳ سورتیں اور بھی مع اپنے مقاصد و مطالب کے آنے والی ہیں۔

افسوس کہ "ترجمان" کی تیسری جلد اب تک شائع نہ ہوسکی۔ یقیناً سورۂ احزاب کے ضمن میں یہ مسئلہ تفصیل سے واضح فرما دیا ہوگا۔ تاہم یہ تحریر بھی شرع و منہاج کے متعلق عقیدہ اتمام کے بارے میں ایک روشن دستاویز ہے۔ ظاہر ہے کہ اتمام کے بعد مزید تبدیلی ممکن نہیں اور اکمال کے بعد مزید تکمیل کی گنجائش نہیں۔

غلام رسول مہر

تحریر بھیجی ۔ اس کے بعد اپنے فہم کی نارسائی اور علم کی بے مائگی پر ندامت ہوئی ۔

میں نے مولانا سے اجازت لے کر یہ تحریر ۴ / مارچ ۳۶ء کے " انقلاب " میں شائع کر دی تھی اور اس کے آغاز میں وہ تمام مطالب بہ طور تمہید خلاصتہً لکھ دیئے تھے ، جو اب قدرے تفصیل سے پیش کر رہا ہوں ۔

مولانا نے اسی تحریر میں فرمایا :۔

جس طرح اصل دین کی دعوت کامل ہو چکی ، اور وہ ان تمام پچھلی دعوتوں کا جامع اور مشترک خلاصہ ہے ۔ ٹھیک اسی طرح شرع و منہاج کا معاملہ بھی کامل ہو چکا ہے اور وہ تمام پچھلے شرائع کے مقاصد و عناصر پہ جامع و حاوی ہے ۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ اس بحث کا محل تفسیر سورۂ فاتحہ یا سورۂ بقرہ نہیں ، سورۂ احزاب ہے ۔

نیز فرمایا کہ مصنف پورے قرآن کی تفسیر لکھ رہا

میرا عقیدہ

میں الحمد للہ اپنے اندر اتنی ایمانی قوت رکھتا ہوں کہ جس امر کو حق تسلیم کروں اس کا اسی وقت اعلان بھی کردوں، میں اعتقاد توحید و رسالت اور عمل صالحہ کو نجات کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔ اس کے سوا مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کا حقیقی امام ہے: وکل شی احصیناہ فی امام مبین۔

(الہلال۔ جلد ۴ نمبر ۱ ص ۲۴)

میرا عقیدہ

۱۵ جولائی ۳۶ء

عزیزی السلام علیکم خط پہنچا۔ میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ آپ کا اشتباہ سخت تعجب کا موجب ہوا مگر ترجمان القرآن کے مطالعہ کے بعد آپ اس نتیجہ تک پہنچے کہ ایمان بالرسل ضروری نہیں اور اسلام کا نظام عبادت بیکار ہے، تو پھر میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ مجھے تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان ساری باتوں میں سے ایک بات بھی میں نے اس کے صفحات میں نہیں لکھی ہے جو آپ کو لکھی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں!

آپ نے تفسیر فاتحہ کے خاتمہ کا حوالہ دیا ہے میں نے اس وقت از سر نو اس پر نظر ڈالی لیکن کوئی بات ایسی نظر نہ آئی جو اس

میرا عقیدہ

۱۵/۶/۳۰ء

عزیزی السلام علیکم، خط پہنچا۔ میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ آپ کا اشتباہ سخت تعجب کا موجب ہوا۔ اگر ترجمان القرآن کے مطالعہ کے بعد آپ اس نتیجہ تک پہنچے کہ ایمان بالرسل ضروری نہیں اور اسلام کا نظامِ عبادت ہنگامی ہے، تو پھر میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ مجھے تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ان ساری باتوں میں سے ایک بات بھی میں نے اس کے صفحات پر نہیں لکھی ہے۔ جو آپ کو لکھی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں!

آپ نے تفسیر فاتحہ کے خاتمے کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس وقت از سرِ نو اس پر نظر ڈالی لیکن کوئی بات ایسی نظر نہ آئی جو اس

میرا عقیدہ

اشتباہ کا موجب ہوسکے۔ غالباً اس کا یہ جملہ موجب تردد
ہوا ہے کہ اصل دین توحید ہے لیکن اگر یہ جملہ موجب تردد
ہوسکتا ہے تو یقیناً قرآن کی بے شمار آیتیں بھی ہوسکتی ہیں اور
عقائد و کلام کی تمام کتابیں بھی جو تیرہ سو برس کے اندر لکھی گئی ہیں
کیونکہ ان سب میں یہی بات کہی گئی ہے: ولقد بعثنا فی کل
امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ الخ وما ارسلنا من قبلک من رسول
الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون وقالوا لن یدخل
الجنۃ الا من کان ہودا او نصاریٰ تلک امانیہم قل ہاتوا
برہانکم ان کنتم صادقین بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وہو محسن فلہ اجرہ
عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ ولقد ارسلنا نوحاً الی
قومہ فقال یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیرہ الخ ۔ کیا ہم ان
آیات سے اور اُنکی ہم معنی آیات سے یہ استنباط کرسکتے ہیں
کہ قرآن کے نزدیک ایمان بالرسل ضروری نہیں ہے! یقیناً نہیں
کرسکتے، کیونکہ اسی قرآن نے بے شمار مقامات پر یہ بھی بتلا دیا

اشتباہ کا موجب ہوسکے ۔ غالباً اس کا یہ جملہ موجب تردد ہوا ہے
کہ اصل دین توحید ہے ۔ لیکن اگر یہ جملہ موجب تردد ہوسکتا ہے
تو یقیناً قرآن کی بے شمار آیتیں بھی ہوسکتی ہیں اور عقاید وکلام
کی وہ تمام کتابیں جو تیرہ سو برس کے اندر لکھی گئی ہیں کیونکہ
ان سب میں یہی بات کہی گئی ہے۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا
ان اعبدوا اللہ الخ[1] ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا
نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون[2] ۔ وقالوا لن
یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ تلک امانیھم ،
قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۔ بلیٰ من اسلم وجہہ للہ
وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون[3] ولقد
ارسلنا نوحاً الیٰ قومہ فقال یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ الخ[4]
کیا ہم ان آیات سے اور انکی ہم معنی آیات سے یہ استنباط کرسکتے ہیں کہ قرآن
کے نزدیک ایمان بالرسل ضروری نہیں ؟ یقیناً نہیں کرسکتے ، کیونکہ
اسی قرآن نے بے شمار مقامات پر یہ بھی بتلا دیا

---

[1] رکوع ۵ سورہ النحل [2] رکوع ۲ سورۃ الانبیاء [3] رکوع ۱۳ سورہ لبقرہ [4] رکوع ۲ سورۃ المومنون

ہے کہ ایمان باللہ کی تفصیل کیا ہے، اور نہ صرف ایمان بالرسل
بلکہ ایمان بالکتب، و بالملائکہ، و بالیوم الآخر اس میں داخل ہے،
اور اس لیے جب کبھی "ایمان" اور "عمل" کہا جائے گا، تو
ایمان سے مقصود یہی ایمان ہوگا نہ کہ کوئی دوسرا ایمان
تنہا ہی ~~نہیں بلکہ~~ اور "عمل" سے مقصود وہی اعمال ہوں گے
جنھیں اس نے عمل صالح قرار دیا ہے تنہا ہی نہیں بلکہ عدم
تفرقہ بین الرسل بھی اس میں داخل ہے، اور کسی ایمان بالرسل جو
تفرقہ بین الرسل کے ساتھ ہو، قرآن کے نزدیک ایمان نہیں۔
وہ کہتا ہے اس زنجیر کی ایک کڑی کا انکار سب کا
انکار ہے۔

پھر اگر قرآن کی ان آیات کا مطلب مقررہ و معلوم
ہے۔ تو یہ جملہ کہ اصل دین توحید ہے، یا اصل دین "ایمان" اور
"عمل" ہے، کیوں موجب تردد ہو؟ بحیثیت مسلم ہونے کے ہم اسکے سوا
اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اصل دین توحید ہے؟ یہ تو بہرحال تنہا

ہے کہ ایمان باللہ کی تفصیل کیا ہے ، اور نہ صرف ایمان
بالرسل بلکہ ایمان بالکتب ، وبالملائکہ ، وبالیوم الآخر ،
اس میں داخل ہے ، اور اس لئے جب کبھی "ایمان" اور
"عمل" کہا جائے گا تو ایمان سے مقصود یہی ایمان ہوگا نہ
کہ کوئی دوسرا ایمان ۔ اور "عمل" سے مقصود وہی اعمال
ہوں گے جنھیں اس نے عمل صالح قرار دیا ہے ۔ اتنا ہی
نہیں بلکہ عدم تفریق بین الرسل بھی اس میں داخل ہے اور
کوئی ایمان بالرسل جو تفریق بین الرسل کے ساتھ ہو
قرآن کے نزدیک ایمان نہیں ۔ وہ کہتا ہے اس
زنجیر کی ایک کڑی کا انکار سب کا انکار ہے ۔

پھر اگر قرآن کی ان آیات کا مطلب مقررہ و
معلوم ہے تو یہ جملہ کہ اصل دین توحید ہے ، یا
اصل دین "ایمان" اور "عمل" ہے ، کیوں موجب
تردد ہو ؟ بہ حیثیت مسلم ہونے کے ہم اس کے سوا
اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اصل دین توحید ہے ؟ یہ تو بہر حال کہنا

میرا عقیدہ

لٹریچر اس تیرہ سو برس کے اندر اصل دین کے باب میں جو لکھا گیا ہے
کچھ لکھا گیا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے

اب ہرگز یہ بات نظر انداز کر دیں کہ خاتمہ کا مجمل خلاصہ کا مطلب پوری کتاب کی تفصیلات پیش نظر رکھ کر فرمادیا جاتا ہے۔ خاتمہ کی دفعات اس لیے ترتیب نہیں دی گئی ہیں کہ تمام عقائد و اعمال کی فہرست پیش کر دی جائے، بلکہ کسی خاص مقصد پیش نظر ہے اور اس مقصد پر زور دیتے ہوئے دکھلایا گیا ہے کہ دعوت قرآنی کا کیا حال ہے! وہ مقصد یہ ہے کہ اگر دینی صداقت کی کوئی عالمگیر حقیقت ہو سکتی ہے، تو وہ وہی ہے جو قرآن نے پیش کی ہے اور کسی طالب حق کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اس دعوت سے روگردانی کر کے دینی صداقت سے تعاون حاصل کر سکے۔

غالباً یہ اشتباہ اس لیے ہوا کہ کتب توحید و عقائد پیش نظر نہیں، مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کوئی نئی

ہی پڑے گا اس تیرہ سو برس کے اندر اصل دین کے باب میں
جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔

آپ نے یہ بات نظر انداز کردی کہ خاتمہ کے مجمل خلاصہ کا
مطلب پوری کتاب کی تفصیلات پیشِ نظر رکھ کر قرار دیا جاتا ہے
خاتمہ کی دفعات اس لئے ترتیب نہیں دی گئی ہیں کہ تمام
عقاید و اعمال کی فہرست پیش کردی جائے ۔ بلکہ کوئی
خاص مقصد پیش نظر ہے ، اور اس مقصد پہ زور دیتے
ہوئے دکھلایا گیا ہے کہ دعوتِ قرآنی کا کیا حال ہے؟
وہ مقصد یہ ہے کہ اگر دینی صداقت کی کوئی عالمگیر حقیقت
ہوسکتی ہے ، تو وہ وہی ہے جو قرآن نے پیش کی ہے۔
اور کسی طالبِ حق کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اِس دعوت
سے رد گردانی کرکے دینی صداقت کا مقام حاصل
کرسکے ۔

غالباً یہ اشتباہ اس لئے ہوا کہ کتب توحید و عقاید
پیش نظر نہیں ۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کوئی نئی

بات نہیں ہے جو میں نے لکھی ہے۔ تیرہ سو برس سے تمام مسلمانوں کا متفقہ اعتقاد یہی ہے کہ اصل دین توحید ہے، اور تمام انبیاء اس کی دعوت و تلقین کے لیے مبعوث ہوئے۔

اچھا فرض کر لیجئے کہ یہ جملہ بجائے خود موجب تردد ہو سکتا ہے لیکن جو شخص یہ جملہ پڑھیگا یقیناً وہ تفسیر فاتحہ کے وہ تمام مقامات بھی پڑھیگا جہاں پوری تفصیل کے ساتھ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کے نزدیک نہ صرف انبیاء پر ایمان نہ لانا کفر ہے بلکہ کسی ایک رسول سے انکار بھی کفر ہے۔ مان لیجئے یہ مقامات بھی اسکے فہم و اذعان کے لیے کافی نہ ہوں لیکن آخر اسی کتاب میں بقرہ کے بھی نوٹس ہیں، عمران، نساء، مائدہ، انعام کے بھی نوٹس ہیں، اور ان میں بے شمار آیات ایمان بالرسل اور ایمان بالکتب وغیرہا کے بارے میں موجود ہیں نیز انکی تشریحات ہیں۔ آخر یہ سب کچھ بغیر کسی مفہوم و معنی کے ہے؟

بات نہیں ہے جو میں نے لکھی ہے۔ تیرہ سو برس سے تمام مسلمانوں کا متفقہ اعتقاد یہی ہے کہ اصل دین توحید ہے، اور تمام انبیاء اسی کی دعوت و تلقین کے لئے مبعوث ہوئے۔

اچھا فرض کر لیجئے کہ یہ جملہ بجائے خود موجب تردد ہو سکتا ہے لیکن جو شخص یہ جملہ پڑھے گا۔ یقیناً وہ تفسیر فاتحہ کے وہ تمام مقامات بھی پڑھے گا جہاں پوری تفصیل کے ساتھ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کے نزدیک نہ صرف انبیاء پر ایمان نہ لانا کفر ہے۔ بلکہ کسی ایک رسول سے انکار بھی کفر ہے۔ مان لیجئے یہ مقامات بھی اس کے فہم و اِذعان کے لئے کافی نہ ہوں۔ لیکن آخر اسی کتاب میں بقرہ کے بھی نوٹس ہیں۔ عمران، لنساء، مائدہ، انعام کے بھی نوٹس ہیں اور ان میں بے شمار آیات ایمان بالرسل اور ایمان بالکتب وغیرہا کے بارے میں موجود ہیں نیز ان کی تشریحات ہیں۔ آخر یہ سب کچھ بغیر کسی مفہوم و معنی کے ہے؟

میرا عقیدہ

باقی رہا نظام عبادت کا مسئلہ، تو یہ پہلے
سے بھی زیادہ حیرانی کا موجب ہے۔ کاش آپ کسی قدر
تفصیل سے لکھتے کہ کونسی بات موجب اشتباہ ہوئی ہے۔ کیا یہ
بات کہ قرآن اصل دین ہے شرع و منہاج کو الگ
کرتا ہے، اور کہتا ہے جو کچھ اختلاف ہوا شرع میں
ہوا نہ کہ اصل دین میں! لیکن یہ تو خود قرآن کی تصریح
ہے اور ہم مسلمانوں کا سیزدہ صد سالہ عقیدہ۔ یقیناً
ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت باطل
تھی، یا حضرت مسیح کے احکام باطل تھے۔ البتہ قرآن
کا یہ تصریح گزشتہ کی نسبت ہے جو حکم جن کا
اختلاف اصل کتاب بطور حجت کے لاتے تھے، کہ آئندہ
کی نسبت۔ آئندہ کے لئے اسکا اعلان معلوم ہے
کہ نعمت تمام ہوچکی، اور یہ اتمام نہ صرف اصل دین میں
ہے بلکہ شرع و منہاج میں بھی، اور اتمام کے بعد

باقی رہا نظامِ عبادت کا مسئلہ، تو یہ پہلے سے بھی زیادہ حیرانی کا موجب ہے۔ کاش آپ کسی قدر تفصیل سے لکھتے کہ کون سی بات موجب اشتباہ ہوئی ہے؟ کیا یہ بات کہ قرآن اصل دین سے شرع و منہاج کو الگ کرتا ہے اور کہتا ہے جو کچھ اختلاف ہوا، شرع میں ہوا نہ کہ اصل دین میں؟ لیکن یہ تو خود قرآن کی تصریح ہے اور ہم مسلمانوں کا سیزدہ صد سالہ عقیدہ۔ یقیناً ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت باطل تھی، یا حضرت مسیح کے احکام باطل تھے۔ البتہ قرآن کی یہ تصریح گزشتہ کی نسبت ہے۔ جس کا اختلاف اہل کتاب بطور حجّت کے لاتے تھے نہ کہ آئندہ کی نسبت۔ آئندہ کے لئے اس کا اعلان معلوم ہے کہ نعمت تمام ہو چکی اور یہ اتمام نہ صرف اصل دین میں ہے۔ بلکہ شرع و منہاج میں بھی، اور اتمام کے بعد

مزید تبدیل ممکن نہیں ۔ اکمال کے بعد مزید تکمیل کی
گنجائش نہیں۔

یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ہر طالب حق پر واضح
کردیں کہ جس طرح اصلا دین کی دعوت کامل ہوچکی
اور وہ تمام پچھلی دعوتوں کا جامع و مشترک خلاصہ
ہے ٹھیک اسی طرح ۔ شرع و منہاج کا معاملہ بھی
کامل ہوچکا اور وہ تمام پچھلے شرائع کے مقاصد و عناصر
پر جامع و حاوی ہے ۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ اس
بحث کا محل تفسیر سورہ فاتحہ یا سورہ بقرہ نہیں ہے
سورہ احزاب ہے ۔ یقیناً ایسا سمجھنا صحیح نہ ہوگا
کہ تفسیر سورہ فاتحہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت
کا بیان نہیں اس لئے مصنف کے نزدیک
روزہ فرض نہیں ۔ مصنف نے سورہ فاتحہ کی تفسیر
ایک خاص اسلوب پر لکھنی چاہی ہے ۔ مقاصد

مزید تبدل ممکن نہیں ۔ اکمال کے بعد مزید تکمیل کی گنجائش نہیں۔

یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم طالبِ حق پر واضح کردیں کہ جس طرح اصل دین کی دعوت کامل ہوچکی ، اور وہ تمام پچھلی دعوتوں کا جامع و مشترک خلاصہ ہے ٹھیک اسی طرح شرع و منہاج کا معاملہ بھی کامل ہوچکا اور وہ تمام پچھلے شرائع کے مقاصد و عناصر پر جامع و حاوی ہے ۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ اس مبحث کا محل تفسیر سورۂ فاتحہ یا سورۂ بقرہ نہیں ہے سورۂ احزاب ہے ۔ یقیناً ایسا سمجھنا صحیح نہ ہوگا ۔ کہ تفسیر سورۂ فاتحہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان نہیں ، اس لئے مصنف کے نزدیک روزہ فرض ہی نہیں مصنف نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر ایک خاص اسلوب پر لکھنی چاہی ہے ——— عقائد

فقیر کی کتاب لکھنے کا دعوا نہیں کیا ہے - نیز
یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ پورے قرآن کی تفسیر لکھ رہا ہے،
اور سورۂ فاتحہ کے بعد ایک سو تیرہ سورتیں اور بھی
مع اپنے مقاصد و مطالب کے آنے والی ہیں -
اگر حالات مساعد ہوں تو آپ ایک مرتبہ
اور تفسیر سورۂ فاتحہ پر نظر ڈالیے اور پھر مجھے لکھیے، کیا
فی الحقیقت اس اشتباہ کی گنجائش ہے؟
آپ نے مولانا ابراہیم صاحب کا یہ بیان
نقل کیا ہے کہ "میں نے خط بھی اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی
رکھ دیا" - یہ بات اور زیادہ میرے لیے موجب تعجب ہوئی
شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی آدمی جواب کے
لیے ٹکٹ بھیج دیتا ہے تو میری مصیبت بہت بڑھ
جاتی ہے کیونکہ میرا جواب بھیجنا اس لئے بھی ضروری
ہو جاتا ہے کہ اس کا ٹکٹ واپس کر دوں - مجھے

فقہ کی کتاب لکھنے کا دعویٰ نہیں کیا ہے - نیز
یہ فرض کرلیا ہے کہ وہ پورے قرآن کی تفسیر
لکھ رہا ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد ایک سو
تیرہ سورتیں اور بھی مع اپنے مقاصد و مطالب
کے آنے والی ہیں -

اگر حالات مساعد ہوں تو آپ ایک مرتبہ اور
تفسیر سورۂ فاتحہ پر نظر ڈالئے اور پھر مجھے لکھئے، کیا
فی الحقیقت اس اشتباہ کی گنجائش ہے ؟

آپ نے مولانا ابراہیم صاحب کا یہ بیان نقل
کیا ہے کہ "میں نے خط بھیجا اور جواب کے لئے ٹکٹ
بھی رکھ دیا -" یہ بات اور زیادہ میرے لئے موجب
تعجب ہوئی - شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی
آدمی جواب کے لئے ٹکٹ بھیج دیتا ہے تو میری
مصیبت بہت بڑھ جاتی ہے ، کیونکہ میرا جواب بھیجنا اس
لئے بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ اسکا ٹکٹ واپس کردوں - مجھے

اسکو ہمت پڑھا کہ جواب کے لیئے ٹکٹ آئے
اگر مولوی صاحب ممدوح کا خط مجھے ملا ہوتا اور اس میں ٹکٹ شامل
ہوتا، تو کم از کم اس ٹکٹ کو واپس بھیج دیتا میرے لیے اس
درجہ ضروری تھا کہ کسی طرح سے حل نہیں کر سکتا
تھا ۔ ٹکٹ لیکر رکھ لینا نہ صرف جواب نہ دینا
ہی بلکہ مالی خیانت بھی ہے ۔ میں حتی الوسع اسکا
مرتکب نہیں ہو سکتا ۔ چونکہ مولوی صاحب کا یہ بیان ہے
اسلیے اسکے سوا چارہ نہیں کہ سمجھ لوں انہوں نے خط
لکھا ہوگا مجھے ملا نہیں ۔ اس میں مشکل صرف
یہ ہے کہ میرے نام کے خطوط ضائع نہیں ہوتے تمام ہندوستان
پھیر کر بھی مجھے مل ضرور جاتے ہیں ۔ ممکن ہے یہ ایک
مستثنا واقعہ ہو ۔ لیکن اسکے بعد تو مولوی صاحب سے بارہا
ملاقات ہوئی ایک مرتبہ ایک مجلس میں کئی گھنٹہ تک
یکجا رہے ۔ تعجب ہے کہ انہوں نے اسکا

اس سے سخت چڑھ ہے کہ جواب کے لئے ٹکٹ آئے ۔ اگر مولوی صاحب ممدوح کا خط مجھے ملا ہوتا اور اس میں ٹکٹ ہوتا ، تو کم ازکم اس ٹکٹ کو واپس بھیج دینا میرے لئے اس درجہ ضروری تھا۔ کہ کسی طرح تساہل نہیں کر سکتا تھا ۔ ٹکٹ لے کر رکھ لینا نہ صرف جواب نہ دینا ہے بلکہ مالی خیانت بھی ہے ۔ میں حتی الوسع اس کا مرتکب نہیں ہوسکتا چونکہ مولوی صاحب کا یہ بیان ہے ، اس لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ سمجھ لوں انھوں نے خط لکھ ہوگا مجھے ملا نہیں ۔ اس میں مشکل صرف یہ ہے کہ میرے نام کے خطوط ضائع نہیں ہوتے ۔ تمام ہندوستان پھر کر مجھے مل ضرور جاتے ہیں ۔ ممکن ہے یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہو ۔ لیکن اس کے بعد تو مولوی صاحب سے بارہا ملاقات ہوئی ایک مرتبہ مجلس میں کئی گھنٹے تک یکجائی رہی ۔ تعجب ہے کہ انھوں نے اس کا

اشارہ تک نہیں کیا۔

چونکہ آپ لکھتے ہیں کسی وجہ سے انہوں نے
مناظرانہ اسلوب اختیار کیا ہے اسلیے براہ عنایت
مجھے کتاب نہ بھیجیے۔ میرا نہ دیکھنا بہتر
ہے۔ ۱۹۱۸ء سے میں نے جن تین باتوں کا عہد کیا
ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص کو جو مناظرانہ طریقہ
کار پر میرے خلاف کچھ لکھیگا نہ تو جواب
دونگا نہ اسکی شکایت سے اپنے نفس کو آلودہ
ہونے دونگا۔

اشارہ تک نہیں کیا۔

چونکہ آپ لکھتے ہیں کسی وجہ سے انہوں نے مناظرانہ اسلوب اختیار کیا ہے، اس لئے براہِ عنایت مجھے کتاب نہ بھیجئے میرا نہ دیکھنا ہی بہتر ہے۔ ۱۹۱۸ء سے میں نے جن تین باتوں کا عہد کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص کو جو مناظرانہ طریقہ پر میرے خلاف کچھ لکھے گا نہ تو جواب دوں گا نہ اس کی شکایت سے اپنے نفس کو آلودہ ہونے دوں گا۔

میرا عقیدہ

کلکتہ

۱۴ مئی ۳۶ء

جناب فرانسس! السلام علیکم۔ خط پہنچا۔ اگر آپ نے
ترجمان القرآن کا براہ راست مطالعہ نہ کیا ہوتا اور پھر
آپ مجھ سے استفسار کرتے تو میں آپ کو معذور
تصور کرتا۔ لیکن آپ لکھتے ہیں کہ آپ نے کتاب
منگوائی اور اس کا مطالعہ کیا۔ اور پھر بھی اس بارے میں
مضطرب ہیں کہ میرا اعتقاد کیا ہے! ایسی حالت
میں معاف کیجئے گا اگر میں کہوں کہ یہ صورت

باسمہ

کلکتہ

۱۴ ۵/۳۶ء

جی فی اللہ ۔ السلام علیکم ۔ خط پہنچا ۔ اگر آپ نے
ترجمان القرآن کا براہ راست مطالعہ نہ کیا ہوتا اور پھر آپ
مجھ سے استفسار کرتے تو میں آپ کو معذور تصور کرتا
لیکن آپ لکھتے ہیں کہ آپ نے کتاب منگوائی اور اس
کا مطالعہ کیا اور پھر بھی اس بارے میں
مضطرب ہیں کہ میرا اعتقاد کیا ہے ! ایسی حالت
میں معاف کیجئے گا اگر میں کہوں کہ یہ صورت

حال یہ ہے یہ ناقابل فہم ہے!

کیا آپ مجھے تحریر کرینگے کہ ترجمان القرآن میں
کہاں یہ لکھا ہے کہ قرآن کے نزدیک نجات کے لیے
ایمان بالرسل ضروری نہیں؟ کم سے کم سورۂ بقرہ، آل عمران
اور مائدہ، نساء میں بیسیوں سا تھ جگہ
ایمان بالرسل کا حکم آیا ہوگا کیا آپ کو کہیں
نظر آیا ہے ترجمان میں یہ تشریح کی گئی ہو
کہ ایمان بالرسل ضروری نہیں؟ اتنا ہی نہیں
بلکہ تفسیر سورۂ فاتحہ میں تو خصوصیت کے ساتھ
یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے کہ خود قرآن
کے نزدیک تفریق بین الرسل کفر ہے یعنی سلسلۂ
نبوت کی کسی ایک کڑی کا انکار بھی سب کا
انکار ہے اور دروازۂ نجات بند کر دیتا ہے اگر
ایمان بالرسل ضروری نہیں تو تفریق

حال میرے لئے نا قابل فہم ہے !
کیا آپ مجھے تحریر کریں گے کہ ترجمان القرآن
میں کہاں یہ لکھا ہے کہ قرآن کے نزدیک نجات
کے لئے ایمان بالرسل ضروری نہیں ؟ کم سے کم
سورہ بقرہ ، آل عمران ، نساء ، مائدہ ، انعام میں
پچاس ساٹھ جگہ ایمان بالرسل کا حکم آیا ہوگا ، کیا
آپ کو کوئی مقام ایسا ملا ہے جہاں اس کی یہ
تشریح کی گئی ہو کہ ایمان بالرسل ضروری نہیں ؟
اتنا ہی نہیں بلکہ تفسیر سورۂ فاتحہ میں تو خصوصیت
کے ساتھ یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے کہ قرآن
کے نزدیک تفریق بین الرسل کفر ہے ، یعنی
سلسلۂ نبوت کی ایک کڑی کا انکار بھی سب
کا انکار ہے ، اور دروازۂ نجات بند کر دیتا ہے ۔
اگر ایمان بالرسل ضروری نہیں تو تفریق

بہن اور سٹا کیوں گوارا ہو

میں نہیں سمجھتا آپ حضرات نے واقعی
ترجمان القرآن کا واقعی مطالعہ بھی کیا ہے یا
محض سنی سنائی باتوں پر بحث کر رہے ہیں۔
۔ صرف ایمان بالرسل بلکہ ایمان بالملائکہ،
ایمان بالکتب، ایمان بالآخرۃ بھی ضروری ہے اور
جس شخص کو ایسا ایمان نہ ہو وہ نجات کی راہ
پر نہیں ۔ یہ بات ترجمان القرآن میں اس درجہ
واضح و آشکارا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کیونکر
ایک بے غرض آدمی اسکے سوا کوئی اور مطلب نکال سکتا ہے
بہرحال باقی رہا ختم نبوت کا مسئلہ تو اسکی
بحث کا محل تفسیر سورہ فاتحہ نہیں ہے بلکہ سورۂ احزاب
ہے۔ تفسیر فاتحہ اس لیے نہیں لکھی گئی ہے کہ عقائد و مذہب کے
تمام مسائل جمع کر دیے جائیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ صرف

بین الرسل کیوں کفر ہو۔

میں نہیں سمجھتا آپ حضرات نے ترجمان القرآن کا واقعی مطالعہ بھی کیا ہے یا محض سُنی سنائی باتوں پر بحث کر رہے ہیں۔

نہ صرف ایمان بالرسل بلکہ ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالآخر بھی ضروری ہے، اور جس شخص کو اس سے انکار ہو، وہ نجات کی راہ پر نہیں، یہ بات ترجمان القرآن میں اس درجہ واضح و آشکارا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کیونکر ایک بے غرض آدمی اس کے سوا کوئی اور مطلب نکال سکتا ہے۔

باقی رہا ختم نبوت کا مسئلہ تو اس کی بحث کا محل تفسیر سورہ فاتحہ نہیں ہے، بلکہ سورۂ احزاب ہے۔ تفسیر فاتحہ اس لئے نہیں لکھی گئی ہے کہ عقائد و فقہ کے تمام مسائل جمع کر دیئے جائیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ صرف

فاتحہ کی تفسیر مرتب کی جائے کل کو آپ کہیں گے
کہ تیرے نزدیک روزہ فرض نہیں ہے کیونکہ میں نے
تفسیر فاتحہ میں کہیں اس کی فرضیت پر
زور نہیں دیا ہے!

~~اگر واقعی ترجمان القرآن آپ کے پاس موجود~~
~~ہے تو کم از کم [illegible]~~

بہر حال آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ
"ایمان" سے مقصود یہ ہے کہ اللہ پر، اللہ کے رسولوں پر،
یوم آخرت پر، اور قرآن وحی قرآن پر ایمان
لائے، "اور عمل" سے مقصود وہ اعمال صالحہ ہیں جنھیں
قرآن نے اعمال صالحہ قرار دیا ہے۔

البتہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ تمام گذشتہ
رسولوں کی تعلیم بھی یہی رہی ہے اور دین حق ایک سے
زیادہ نہیں ہے۔ اگر ایک یہودی حضرت موسیٰ

فاتحہ کی تفسیر مرتب کی جائے۔ کل کو آپ کہیں
گے کہ میرے نزدیک روزہ فرض نہیں ہے کیونکہ
میں نے تفسیر فاتحہ میں کہیں اس کی فرضیت پر
زور نہیں دیا ہے!

بہرحال آپ کے سوال کا جواب یہ ہے
کہ "ایمان" سے مقصود یہ ہے کہ اللہ پر
اللہ کے رسولوں پر، یوم آخرت پر، اور قرآن و
صاحبِ قرآن پر ایمان لائے، اور "عمل"
سے مقصود وہ اعمال ہیں جنھیں قرآن نے
اعمال صالحہ قرار دیا ہے۔

البتہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ تمام گزشتہ
رسولوں کی تعلیم بھی یہی رہی ہے اور دین حق
ایک سے زیادہ نہیں۔ اگر ایک یہودی حضرت موسیٰ

کو مسیحی تعلیم پر عمل کرنا چاہیئے گا، یا ایک مسیحی حضرت
مسیح کی حقیقی تعلیم پر کاربند ہوگا، تو اسے
ٹھیک ٹھیک وہی راہ اختیار کرنی پڑے گی جو
قرآن نے واضح کر دی ہے۔ اس کے سوا
کوئی دوسری راہ نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت
ہے جو ترجمان القرآن کے متعدد مقامات میں
واضح کی گئی ہے۔

آپ نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا جو
خط نقل کیا ہے اس کی نسبت میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ میرے عقیدہ کی
نسبت ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔

غالباً گذشتہ فروری کے اواخر کی بات ہے
کہ لاہور سے ایڈیٹر انقلاب نے مجھے اس بارے میں
ایک خط لکھا تھا۔ میں نے انہیں وہی جواب دیا

کی سچی تعلیم پر عمل کرنا چاہے گا ، یا ایک مسیحی حضرت مسیح کی حقیقی تعلیم پر کار بند ہوگا ، تو اسے ٹھیک ٹھیک یہی راہ اختیار کرنی پڑے گی جو قرآن نے واضح کردی ہے ۔ اسکے سوا کوئی دوسری راہ نہیں ہوسکتی ۔ یہی حقیقت ہے جو ترجمان القرآن کے بعض مقامات میں واضح کی گئی ہے ۔

آپ نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا جو خط نقل کیا ہے ، اس کی نسبت میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ صرف اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ میرے عقیدے کی نسبت ان کا خیال صحیح نہیں ہے ۔

غالباً گزشتہ فروری کے اواخر کی بات ہے کہ لاہور سے ایڈیٹر انقلاب نے مجھے اس بارے میں ایک خط لکھا تھا ، میں نے انھیں وہی جواب دیا ۔

جو آپکو دے رہا ہوں - انھوں نے بھی مولوی صاحب موصوف
کی کسی کتاب کا حوالہ دیا تھا - بعد کو
انھوں نے میرا خط چھاپ دیا اور مجھے لکھا کہ مولوی صاحب
کو غلط فہمی کا اعتراف ہے -

لطف کی بات یہ ہے کہ اس اثنا میں دو مرتبہ

مولوی صاحب ممدوح کلکتہ آئے اور گھنٹوں مجھ سے
ملاقات رہی لیکن انھوں نے اس معاملہ کا کوئی
ذکر نہیں کیا ۔

ابو الکلام

جواب کے لیے ٹکٹ کی ضرورت نہ تھی -
جواب دینا اسلامی فرائض میں داخل ہے - شکریہ
کے ساتھ ٹکٹ واپس بھیجتا ہوں

جو آپ کو دے رہا ہوں۔ انہوں نے بھی مولوی صاحب موصوف کی کسی کتاب کا حوالہ دیا تھا۔ بعد کو انہوں نے میرا خط چھاپ دیا ۔ اور مجھے لکھا کہ مولوی صاحب کو غلط فہمی کا اعتراف ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اس اثنا میں دو مرتبہ مولوی صاحب ممدوح کلکتہ آئے اور گھنٹوں مجھ سے یکجائی رہی ۔ لیکن انہوں نے اس معاملہ کا کوئی ذکر نہیں کیا !

ابوالکلام

جواب کے لئے ٹکٹ کی ضرورت نہ تھی جواب دینا اسلامی فرائض میں داخل ہے۔ شکریہ کے ساتھ ٹکٹ واپس بھیجتا ہوں ۔